قرآن اور صاحب قرآن صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

بلال عبدالحی حسنی ندوی

ایچ - ایم - حسین ٹرسٹ
H. M. Husain Trust

خطبات دکن سیریز (۱)

قرآن اور صاحب قرآن ﷺ

بلال عبدالحی حسنی ندوی

ناشر

ایچ - یم - حسین ٹرسٹ
H. M. Husain Trust

جملہ حقوق محفوظ

طبع اول

ستمبر ۲۰۱۶ء مطابق ذی الحجہ ۱۴۱۷ھ

کتاب	:	قرآن اور صاحب قرآن ﷺ
مصنف	:	بلال عبدالحی حسنی ندوی
صفحات	:	چوبیس (۲۴)
تعداد	:	ایک ہزار (۱۰۰۰)

انتساب

جناب محمد یونس سیٹھ اور اہلیہ ام ابوبکر

اور اہلیہ ام سلیم، ام یوسف، ام معین

(پھوپھی اور پھوپھا انجینئر محمد عثمان حیدرآبادی)

ناشر

ہیچ۔ یم۔ حسین ٹرسٹ

H. M. Husain Trust

E-Mail: hmhamuwash@yahoo.com

Cell: +91-7095168679

فہرست

پیش لفظ ۴

قرآن اور صاحب قرآن

قرآن مجید کی طاقت ۸
کلام نبوی کی حیثیت ۱۰
اعجاز قرآنی و اعجاز نبوی ۱۱
قرآن و سیرت ۱۷
خیر امت کے وجود کا انحصار ۱۸
نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ذمہ داری ۱۹
نجات کی ضمانت ۲۱
قرآن مجید پر عمل کی بنیاد ۲۲

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

اللہ کے رسول ﷺ کی زندگی انسانیت کے لیے ایک لازوال نمونہ ہے، آپ کی رحمت کی پھوہاریں اپنوں پر بھی پڑیں اور غیروں پر بھی، آپ کی زندگی ایک ایسی روشنی ہے جس سے روش روش روشن ہوئی، اس کی دلکشی ورعنائی دلوں میں ایک نئی زندگی پیدا کرتی ہے تن مردہ میں میں جان ڈال دیتی ہے، اس مبارک زندگی کا تذکرہ بھی باعث رحمت ہے، اور یہی وہ سیرت ہے جس کو قرآن مجید نے "اسوۂ حسنہ" کہا ہے اور آپ کی ذات ہی انسان اکمل کا وہ نمونہ ہے کہ جس پر دین وشریعت مکمل ہو چکے، اللہ نے اپنی ساری نعمتیں آپ پر تمام کردیں اور اس کا قرآن مجید میں اعلان کردیا گیا:

﴿الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا﴾ (المائدة:۳)

(آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کردیا اور تم پر اپنی نعمت تمام کردی اور دین کے طور پر تمہارے لیے اسلام کو پسند کرلیا)

قرآن مجید نے اس مکمل جامع اور متوازن دین کے جو اصول وضوابط اور احکامات دیے ہیں حضور اقدس ﷺ کی زندگی اس کی حسین تفسیر ہے۔

آپ ﷺ نے اپنے مبارک طرز عمل سے دین کی راہیں روشن فرمائی ہیں، ان کا تذکرہ دین کی حقیقتوں کو بیان اور اس کی تفصیلات کی وضاحت ہے۔

سیرت ایک ایسا زندہ جاوید اور لازوال موضوع ہے جو کہنہ نہیں ہوتا، اس سے وابستگی دلوں کی دھڑکن ہے، وہ ایسا چشمۂ حیات ہے جس سے انسانیت کی کھیتی شاداب ہے، انسانیت جب تک اس "آب حیواں" سے سیراب ہوتی رہے گی بہاریں اس کے قدم چومیں گی، بڑی سعادت ہے ان لوگوں کے لیے جو کسی بھی حیثیت سے سیرت طیبہ کو اپنا موضوع بنائیں، سنیں اور سنائیں یا اس کا ذریعہ بنیں۔

انہی باسعادت افراد میں ہمارے محترم انجینئر عثمان بھائی بھی ہیں جنھوں نے اس گنہگار کو بھی اس سعادت میں شریک کیا اور سیرت طیبہ پر خطبات تیار کرنے کا حکم دیا۔

عرصہ سے ان کی خواہش تھی کہ حیدرآباد میں مختلف مقامات پر کچھ خطبات دیے جائیں جو سیرت کے موضوع پر تیار کیے جائیں، عثمان بھائی کا مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ سے بڑا گہرا تعلق رہا ہے، اخیر کی کئی دہائیوں میں وہ بیرونی سفروں میں مستقل حضرت کے رفیق سفر رہے ہیں، حضرت کے مزاج شناس اور ان کی ادنی سے ادنی راحت کا خیال رکھنے والے۔ شاید یہ حضرت ہی سے نسبت وتعلق کی برکت ہے انھوں نے اس گنہگار کو اس مبارک کام پر آمادہ کیا اور محض اللہ کا فضل ہے کہ پانچ خطبات تیار کیے گئے۔

پہلا خطبہ قرآن اور صاحب قرآن کے موضوع پر ہے، بعض لوگوں میں یہ غلط فہمی پیدا ہوگئی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کام قرآن مجید پہنچا دینا تھا وہ پہنچا دیا، اس خطبہ میں اسی غلط فہمی کو دور کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

دوسرا خطبہ عظمت رسالت پر ہے، اس میں بھی قرآن مجید کی روشنی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام رفیع کا تذکرہ ہے۔

تیسرا خطبہ اطاعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ہے، یہ بھی خاص قرآن مجید کی روشنی میں تیار کیا گیا ہے۔

چوتھے خطبہ کا موضوع ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سراپا رحمت تعلیمات، یہ خطبہ ناچیز کے رسالہ "اسوۂ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم" سے ماخوذ ہے۔

پانچویں خطبہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جنگوں کا بیان ہے کہ وہ عالم انسانیت کے لیے بیش بہا تحفہ ہے۔

بڑی ناسپاسی ہوگی اگر یہاں اپنے ان دو عزیزوں کا تذکرہ نہ کیا جائے جنھوں نے ان خطبات کی تیاری میں بڑا ساتھ دیا؛ عزیزان عزیز القدر مولوی محمد نفیس خاں ندوی اور مولوی محمد ارمغان ندوی کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے، یقیناً یہ ان کے لیے بھی باعث سعادت وبرکت ہے۔

عثمان بھائی کے لیے یہ مزید سعادت کی بات ہے کہ وہ اس سلسلہ کو اپنے والد ماجد ایچ-یم-حسین صاحبؒ کے نام سے معنون کر رہے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کے لیے بھی ذخیرۂ حسنات بنائے، قبول فرمائے، اور مفید عام فرمائے۔ آمین!

بلال عبدالحی حسنی ندوی
مرکز الامام ابی الحسن الندوی، دارعرفات
رائے بریلی

۷/ذی الحجہ ۱۴۳۷ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قرآن اور صاحبِ قرآن

جب جب انسانیت بھٹکی اللہ جل شانہ نے اپنے بندوں میں سے انتخاب فرما کر اپنی وحی ان پر نازل فرمائی اور انسانیت کی ہدایت وفلاح کا سامان فرمایا، آخری وحی اپنے آخری نبی حضرت محمد ﷺ پر نازل فرمائی، چونکہ دنیائے انسانیت میں اس کو سب سے زیادہ پڑھی جانے والی کتاب بننا تھا، اس لیے اس کا نام قرآن رکھا:

﴿إِنَّهُ لَقُرْآنٌ كَرِيمٌ﴾ ﴿قُرْآنٌ مَّجِيدٌ﴾ ﴿فِي لَوْحٍ مَّحْفُوظٍ﴾

﴿إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ وَقُرْآنٌ مُّبِينٌ﴾

مختلف آیات میں اس کا یہ نام مختلف صفات کے ساتھ مذکور ہے۔

یہ اللہ کا کلام ہے اور اس کی صفات میں سے ہے، اس کا تحمل کسی کے بس میں نہیں تھا، اللہ فرماتا ہے:

﴿لَوْ أَنزَلْنَا هَذَا الْقُرْآنَ عَلَى جَبَلٍ لَّرَأَيْتَهُ خَاشِعاً مُّتَصَدِّعاً مِّنْ خَشْيَةِ اللَّهِ﴾ (الحشر: ۲۱)

(اگر ہم اس قرآن کو کسی پہاڑ پر اتارتے تو یقیناً آپ دیکھتے کہ وہ اللہ کے رعب سے دبا جا رہا ہے، پھٹا پڑتا ہے)

یہ محض اللہ کا کرم تھا کہ اس نے اپنے محبوب اور آخری نبی حضرت محمد ﷺ کے

قلب اطہر کو وہ طاقت اور پاکیزگی بخشی اور وہ تحمل عطا کیا کہ آپ ﷺ کو یہ عظیم دولت دی گئی اور آپ ﷺ نے اس کو اٹھایا، حدیثوں میں آتا ہے کہ نزول وحی کے وقت آنحضور ﷺ پر اس کا ایسا بوجھ پڑتا تھا کہ کبھی کبھی جاڑوں کے موسم میں بھی آپ ﷺ کے جسم مبارک پر پسینہ آجاتا تھا، ظاہری طور پر بھی اس کا اتنا وزن ہوتا تھا کہ کبھی اگر آپ سواری پر ہوتے تو لگتا تھا کہ وہ بیٹھ جائے گی، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ بعض مرتبہ نزول وحی کے وقت آپ کا دست مبارک یا جسم کا کوئی حصہ میرے اوپر ہوتا تو مجھے لگتا تھا کہ میرے جسم کا وہ حصہ ٹوٹ جائے گا، اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس کے تحمل کی طاقت عطا فرمائی اور پھر آپ کے ذریعہ سے اس کو امت کے لیے آسان فرمادیا، ارشاد ہوا:

﴿فَإِنَّمَا يَسَّرْنَاهُ بِلِسَانِكَ لِتُبَشِّرَ بِهِ الْمُتَّقِينَ وَتُنذِرَ بِهِ قَوْماً لُّدّاً﴾ (مریم:۹۷)

(تو ہم نے آپ کی زبانی اس کو آسان اس لیے کر دیا تا کہ آپ اس کے ذریعہ پرہیزگاروں کو خوش خبری دے دیں اور جھگڑالو قوم کو خبر دار کر دیں)

قرآن مجید کی طاقت

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ایسا کرنٹ رکھا ہے کہ براہ راست اس سے استفادہ ممکن نہیں تھا، اللہ تعالیٰ نے الفاظ کا واسطہ بھی آپ ﷺ کو بنایا اور معانی کا بھی، آپ پر جس طرح الفاظ کا نزول ہوا اسی طرح معانی وفہم کا بھی نزول ہوا، الفاظ کے نزول کے وقت آپ ﷺ کو اس کا سخت بوجھ ہوتا تھا کہ کہیں کوئی لفظ چھوٹ نہ جائے، اللہ تعالیٰ نے اس پر آپ ﷺ کو تسلی دی، اور فرمایا:

﴿سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنسَى﴾ (الأعلى: ٦)

(ہم آپ کو پڑھائیں گے تو آپ بھولیں گے نہیں)

اور دوسری جگہ فرمایا:

﴿لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ☆إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْآنَهٗ☆فَإِذَا قَرَأْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْآنَهٗ☆ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ﴾

(القيامة: ١٦-١٩)

(آپ اس (قرآن کو پڑھنے) میں جلدی جلدی اپنی زبان کو حرکت نہ دیں، اس کو محفوظ کرنا اور پڑھنا ہمارے ذمہ ہے، پھر جب ہم (جبرئیل کی زبانی) اس کو پڑھیں تو آپ اس کے پڑھنے کے ساتھ ساتھ رہیں، پھر اس کی وضاحت بھی ہمارے ذمہ ہے)

یہ آیات اپنے اندر حقائق و معانی کا سمندر رکھتی ہیں، ایک طرف آپ ﷺ کو تسلی دی جارہی ہے کہ آپ پریشان نہ ہوں، جلدی جلدی زبان سے ادا کرنے کی مشقت نہ اٹھائیں، اس کو زبان سے مکمل ادا کروانا ہمارے ذمہ ہے، آپ یہ خیال نہ کریں کہ کچھ رہ نہ جائے:

﴿إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْآنَهٗ﴾ (القيامة: ١٧)

(اس کو محفوظ کرنا اور پڑھنا ہمارے ذمہ ہے)

پھر آگے جو بات کہی جارہی ہے وہ بہت قابل غور ہے، ﴿ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ﴾ (پھر اس کی وضاحت بھی ہمارے ذمہ ہے) جس طرح الفاظ آپ ﷺ کی زبان سے ادا کرانے کا آپ ﷺ کو تحمل بخشا گیا، اسی طرح معانی بھی آپ کے ذریعہ سے ادا کرائے گئے اور قرآن مجید کی شرح و ترجمانی آنحضور ﷺ کے سپرد کی گئی، آیت کے اس حصہ سے یہ بات بھی واضح ہوگئی کہ الفاظ کی تفہیم و تشریح رضائے رب کے مطابق اس وقت تک ممکن نہیں جب تک آپ ﷺ کی تفسیر و توضیح معلوم نہ کرلی جائے،

آپ ﷺ نے اپنے اقوال وافعال مبارکہ سے اس کو بیان فرمایا، اسی لیے قرآن مجید میں دوسرے مواقع پر بھی اس کو صاف کیا گیا، کہیں کہا گیا:

﴿وَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ﴾ (النحل: ٤٤)

(اور (کتاب) نصیحت آپ پر اس لیے اتاری تا کہ آپ لوگوں کے لیے ان چیزوں کو کھول دیں جو ان کی طرف اتاری گئی ہیں)

کہیں فرمایا گیا:

﴿إِنَّا أَنزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَا أَرَاكَ اللَّهُ﴾ (النساء: ١٠٥)

(یقیناً ہم نے آپ پر ٹھیک ٹھیک کتاب اتار دی تا کہ جیسا اللہ نے آپ کو راستہ دکھایا اس کے مطابق آپ لوگوں میں فیصلے کرتے رہیں)

کلام نبوی کی حیثیت

ہوسکتا تھا کہ الفاظ سے ہٹ کر جو معانی آپ نے اپنے الفاظ میں واضح فرمائے ہیں اس کو کوئی یہ سمجھے کہ یہ تو آپ ﷺ کی اپنی بات ہے، اس لیے فرمادیا گیا:

﴿وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَى ☆ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَى﴾

(النجم: ٣-٤)

(اور وہ خواہش سے نہیں کہتے، وہ تو صرف وحی ہے جو ان پر کی جاتی ہے)

اور اسی لیے درجنوں مرتبہ کہا گیا:

﴿أَطِيعُواْ اللَّهَ وَأَطِيعُواْ الرَّسُولَ﴾ (النساء: ٥٩)

(اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو)

قرآن کے ظاہری الفاظ پر چلنا ہے اور ان کے انہیں معانی کی اتباع کرنی ہے

جو آپ ﷺ نے طے فرمادیئے اور اسی لیے ایسے مقامات بھی قرآن مجید میں ہیں جہاں صرف ﴿أَطِيعُوا الرَّسُولَ﴾ (رسول کی اطاعت کرو) کہا گیا ہے۔اور ایک جگہ ارشاد ہوا:

﴿وَإِن تُطِيعُوهُ تَهْتَدُوا﴾ (النور: ٥٤)

(اور اگر تم ان کی بات مانو گے تو ہدایت پاجاؤ گے)

حاصل یہ ہے کہ اللہ نے جس طرح الفاظ قرآن آپ کے ذریعہ سے امت کے لیے آسان فرمادیئے، اسی طرح معانی قرآن بھی آپ ﷺ کے ذریعہ سے امت کے لیے آسان و متعین فرمادیئے، اب اس میں کسی اختلاف اور خود رائی کی گنجائش نہیں، اسی لیے حدیث میں آتا ہے:

"من قال في القرآن برأيه فأصاب فقد أخطأ"(١)

(جس نے قرآن میں رائے زنی کی اور صحیح بات بھی کہی تو وہ غلط راستہ پر پڑ گیا)

اعجاز قرآنی و اعجاز نبوی

یہ اعجاز قرآنی بھی ہے، اور اعجاز نبوی بھی، الفاظ و معانی کے سمندر کو نبی ﷺ کی زبان سے جاری کرایا گیا، قرآن مجید تو کلام الٰہی ہے، اس کے الفاظ سب اللہ کے ہیں، اس کی تفہیم و تشریح کے لیے آپ ﷺ نے جو کچھ اپنی زبان مبارک سے الفاظ ادا فرمائے وہ بھی بلاغت و معانی کے اس معیار پر ہیں کہ اس سے بہتر کوئی نمونہ بشری کلام میں ملنا ناممکن ہے، آپ کی زبان مبارک سے قرآن مجید کا جاری ہونا خود ایک ایسا معجزہ ہے کہ اس کے بعد شبہ کرنے کی گنجائش باقی نہیں رہتی، اللہ تعالیٰ نے اس حقیقت کی طرف اشارہ فرمایا:

(١) سنن الترمذي: ٣٢٠٦

﴿وَمَا كُنتَ تَتْلُو مِن قَبْلِهِ مِن كِتَابٍ وَلَا تَخُطُّهُ بِيَمِينِكَ إِذاً لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُونَ﴾ (العنكبوت: ٤٨)

(اور آپ اس سے پہلے نہ کوئی کتاب پڑھتے تھے اور نہ اپنے ہاتھ سے لکھتے تھے ورنہ باطل پسند شک میں پڑ ہی جاتے)

اب اس کی تو گنجائش ہی نہ رہی کہ کوئی اس کو کلام محمد ﷺ کہے، اس لیے انکار کرنے والوں نے بہانے تراشے، کسی نے کہا کہ کوئی آ کر آپ ﷺ کو سکھا کر جاتا ہے، کسی نے کہا کہ یہ تو کہانت اور شعر ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنبَغِي لَهُ إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ وَقُرْآنٌ مُّبِينٌ﴾ (يس: ٦٩)

(اور نہ ہم نے ان (نبی) کو شعر سکھایا اور نہ وہ ان کے شایان شان تھا، یہ تو صرف ایک نصیحت ہے اور ایسا قرآن ہے جو کھول کھول کر بیان کرتا ہے)

قرآن مبین کہہ کر یہ بات بھی واضح کر دی گئی کہ کہاں کہانت کی گول مول باتیں اور شعر و شاعری اور کہاں یہ کلام مبین، سیرت میں یہ واقعہ موجود ہے:

''ایک مرتبہ یہ طے کرنے کے لیے ایک مجلس منعقد ہوئی کہ محمد ﷺ کے متعلق کیا بات کہی جائے کہ مکہ میں باہر سے آنے والے ان سے بچیں اور دور ہی دور رہیں، ایک نے کہا کہ ہم بتلایا کریں گے کہ وہ کاہن ہے، ولید بن مغیرہ (جو ایک خرانٹ بڈھا تھا) بولا: میں نے بہتیرے کاہن دیکھے ہیں لیکن کہاں تو کاہنوں کی تک بندیاں اور کجا محمد (ﷺ) کا کلام، ہم کو ایسی بات نہ کہنی چاہیے جس سے قبائل عرب یہ سمجھ لیں کہ ہم جھوٹ بولتے ہیں، ایک نے کہا: ہم اسے دیوانہ

بتایا کریں گے، ولید بولا: محمد (ﷺ) کو دیوانگی سے کیا نسبت ہے؟ ایک بولا: ہم کہیں گے وہ شاعر ہے، ولید نے کہا: ہم جانتے ہیں کہ شعر کیا ہوتا ہے، اصناف سخن ہم کو بخوبی معلوم ہیں، محمد (ﷺ) کے کلام کو شعر سے ذرا مشابہت نہیں، ایک بولا: ہم بتایا کریں گے کہ وہ جادوگر ہے، ولید نے کہا: جس طہارت ولطافت ونفاست سے محمد (ﷺ) رہتا ہے وہ جادوگروں میں کہاں ہوتی ہے، جادوگروں کی منحوس صورتیں اور نجس عادتیں الگ ہی ہوتی ہیں، اب سب نے عاجز ہوکر کہا چچا تم ہی بتاؤ کہ پھر کیا کیا جائے؟ ولید نے کہا: سچ تو یہ ہے کہ محمد (ﷺ) کے کلام میں عجیب شیرینی ہے، اس کی گفتگو تو رس حلاوت ہے، کہنے کو تو بس یہی کہہ سکتے ہیں کہ اس کا کلام ایسا ہے جس سے باپ بیٹے، بھائی بھائی، شوہر وزن میں جدائی ہوجاتی ہے، اس لیے اس سے پرہیز کرنا چاہیے، تمام لوگوں نے ولید کی اس تجویز کو پسند کیا، اب ان کا معمول تھا کہ مکہ کے راستوں پر بیٹھ جاتے اور آنے جانے والوں کو رسول اللہ ﷺ کے پاس جانے سے ڈراتے۔"(۱)

ایک دوسری آیت میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ ☆ وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ قَلِيلاً مَا تُؤْمِنُونَ ☆ وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ قَلِيلاً مَا تَذَكَّرُونَ ☆ تَنزِيلٌ مِّن رَّبِّ الْعَالَمِينَ﴾ (الحاقة: ٤٠ - ٤٣)

(یقیناً یہ عزت والے رسول کی بات ہے، یہ کسی شاعر کا کلام نہیں ہے، بہت ہی کم تم مانتے ہو، اور نہ یہ کسی کاہن کا کلام ہے، کم ہی تم دھیان

(۱) سیرت رسول اکرم ﷺ: ۴۰-۴۱

دیتے ہو، یہ تمام جہانوں کے پروردگار کی طرف سے اتارا جارہا ہے)

ان آیات میں بڑی وضاحتیں ہیں، پہلی بات یہ ہے کہ "قول رسول کریم" کہا گیا یعنی یہ الفاظ آپ کی زبان مبارک سے جاری ہوئے، مگر آگے وضاحت ہے کہ ﴿تَنزِيلٌ مِّن رَّبِّ الْعَالَمِينَ﴾ رب العالمین کا نازل کیا ہوا کلام ہے، کوئی آیت کے پہلے حصہ سے یہ نہ سمجھ لے کہ الفاظ آپ کے ہیں، اور درمیان میں نفی کی گئی ہے کہ یہ نہ شعر ہے نہ کہانت ہے، ﴿وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ﴾ کے ساتھ ﴿قَلِيلًا مَا تُؤْمِنُونَ﴾ اس لیے کہا گیا کہ شعراء ظن وتخمین کے لوگ ہوتے ہیں، ایمان ویقین سے ان کا واسطہ کم پڑتا ہے، اس لیے قرآن مجید ہی میں کہا گیا:

﴿وَالشُّعَرَاءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوُونَ☆أَلَمْ تَرَ أَنَّهُمْ فِي كُلِّ وَادٍ يَهِيمُونَ☆وَأَنَّهُمْ يَقُولُونَ مَا لَا يَفْعَلُونَ﴾(الشعراء: ٢٢٤-٢٢٦)

(اور شاعروں کے پیچھے تو بہکے ہوئے لوگ ہی لگتے ہیں، بھلا آپ نے دیکھا نہیں کہ وہ ہر میدان میں حیران پھرا کرتے ہیں، اور وہ کہتے ہیں جو کرتے نہیں)

بہت کم لوگ ایمان ویقین والے ہوتے ہیں، ان کا استثناء کیا جارہا ہے:

﴿إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَذَكَرُوا اللَّهَ كَثِيرًا وَانتَصَرُوا مِن بَعْدِ مَا ظُلِمُوا﴾ (الشعراء: ٢٢٧)

(سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور انھوں نے اچھے کام کیے اور اللہ کا خوب ذکر کیا اور ظلم اٹھانے کے بعد ہی انھوں نے اس کا بدلہ لیا)

اور ﴿وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ﴾ کے ساتھ ﴿قَلِيلًا مَا تَذَكَّرُونَ﴾ اس لیے کہا گیا کہ کاہنوں کی باتیں گول مول ہوتی ہیں، ان کا تذکرے سے دور دور کا واسطہ نہیں۔

پھر آگے اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْأَقَاوِيلِ☆لَأَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِينِ☆ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِينَ﴾ (الحاقة: ٤٤-٤٦)

(اور اگر (بالفرض) وہ ہماری طرف اِدھراُدھر کی باتیں منسوب کرتے، تو ہم اس کو داہنے ہاتھ سے پکڑتے، پھر ان کی زندگی کی رگ کاٹ کر رکھ دیتے)

مشرکین مکہ نے جب ان سے کچھ نہ بن پڑا تو یہ کہنا شروع کیا کہ یہ کلام بہت اونچا ہے، لیکن اس میں بیچ بیچ میں گڑبڑ ہوجاتا ہے، پہنچانے والے اس میں کم زیادہ کردیتے ہیں، اس کی ان آیات کے ذریعہ تردید کی گئی، ارشاد ہوا:

﴿تِلْكَ آيَاتُ اللّٰهِ نَتْلُوهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ وَإِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ﴾ (البقرة: ٢٥٢)

(یہ اللہ کی وہ آیات ہیں جنھیں ہم آپ کو ٹھیک ٹھیک سنا رہے ہیں اور یقیناً آپ رسولوں ہی میں سے ہیں)

اور دوسری جگہ اس سے زیادہ صراحت کے ساتھ یہ بات فرمائی گئی:

﴿وَبِالْحَقِّ أَنزَلْنَاهُ وَبِالْحَقِّ نَزَلَ وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا مُبَشِّراً وَنَذِيراً﴾ (الاسراء: ١٠٥)

(اور ٹھیک ٹھیک ہم نے اسے اتارا ہے اور ٹھیک ٹھیک ہی وہ اترا بھی ہے اور آپ کو تو ہم نے خوش خبری سنانے والا اور خبردار کرنے والا بنا کر بھیجا ہے)

سورۂ نمل میں ارشاد ہوا:

﴿وَإِنَّكَ لَتُلَقَّى الْقُرْآنَ مِن لَّدُنْ حَكِيمٍ عَلِيمٍ﴾ (النمل: ٦)

(اور یقیناً آپ کو قرآن حکمت والے اور خوب جاننے والے کے
پاس سے مل رہا ہے)

اس آیت میں بڑی وضاحت کے ساتھ یہ بات کہہ دی گئی کہ درمیان میں کسی خلل کا کوئی امکان نہیں، یہ اس قادر مطلق کا کلام ہیکہ

﴿لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِن بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ تَنزِيلٌ مِّنْ
حَكِيمٍ حَمِيدٍ﴾ (فصلت: ٤٢)

(اس پر جھوٹ کا گزر نہیں سامنے سے نہ پیچھے سے، اس ذات کی
طرف سے اتاری گئی ہے جو حکمت رکھنے والی قابل ستائش ہے)

یعنی وہ حکیم بھی ہے، علیم بھی ہے اور حمید بھی ہے، اب اس کے بعد بھی کوئی ماننے کو تیار نہیں تو یہ اس کی محرومی ہے اور آپ کو بھی تسلی دی جارہی ہے کہ آپ کا کام ہدایت دینا نہیں، آپ ﷺ کو تو بشیر ونذیر بنا کر بھیجا گیا ہے۔

دوسری جگہ خود آپ ﷺ کی زبانی کہلوایا جارہا ہے کہ میرا کام تو وحی الٰہی کی پیروی ہے، میں خود مالک نہیں ہوں کہ جو چاہوں وہ کرلوں، ارشاد ہوا:

﴿قُل لَّا أَقُولُ لَكُمْ عِندِي خَزَائِنُ اللَّهِ وَلَا أَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَا
أَقُولُ لَكُمْ إِنِّي مَلَكٌ إِنْ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحَىٰ إِلَيَّ﴾ (الأنعام: ٥٠)

(آپ فرما دیجیے کہ میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے
خزانے ہیں اور نہ ہی میں ڈھکا چھپا جانتا ہوں اور نہ میں یہ کہتا ہوں
کہ میں کوئی فرشتہ ہوں، بس میں تو جو وحی میرے پاس آتی ہے اسی پر
چلتا ہوں)

آپ ﷺ کی پوری زندگی اسی قرآن کی عملی تفسیر ہے۔

قرآن وسیرت

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے جب آنحضور ﷺ کی سیرت واخلاق کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا:

"كان خلقه القرآن"(١)

یعنی آپ ﷺ کے اخلاق دیکھنے ہوں تو قرآن دیکھو۔

قرآن مجید کے احکامات ومواعظ کی عملی تفسیر آنحضور ﷺ کی زندگی ہے، آپ ﷺ نے اس کے اصول وکلیات کو اپنی مبارک زندگی سے ایسا کھولا ہے کہ اب وہ شریعت کی کھلی کتاب ہے، نہ قرآن مجید کو آنحضور ﷺ کی مبارک زندگی سے الگ کیا جاسکتا ہے اور نہ آپ ﷺ کی زندگی کو قرآن مجید سے الگ کر کے دیکھنا ممکن ہے، اور جو لوگ بھی دونوں کو الگ الگ کرنا یا دیکھنا چاہتے ہیں وہ دین وشریعت کے ساتھ بڑا ظلم کرتے ہیں، موجودہ دور کی انتہاء پسندیوں نے نہ جانے کیا کیا گل کھلائے ہیں، ایک طرف وہ لوگ ہیں جو سیرت کو قرآن سے الگ کر کے اس کو اپنے انداز سے پیش کرتے ہیں، اور دوسری طرف کچھ لوگ صرف قرآن مجید کو دین کی بنیاد قرار دے کر حدیث وسنت سے کنارہ کر لیتے ہیں، حقیقت میں یہ لوگ وہ ہیں جو دین کی سمجھ نہیں رکھتے، اور جتنا حصہ ان کی نگاہوں کے سامنے آجاتا ہے اس کو کل دین سمجھ لیتے ہیں، اس کے نتیجہ میں خود بھی گمراہ ہوتے ہیں اور نہ جانے کتنوں کو گمراہ کرتے ہیں۔

قرآن مجید اللہ کا کلام ہے اور وہ ایک تربیت کرنے والی کتاب ہے، اس میں ایک طرف بار بار حضور اقدس ﷺ کو خطاب کر کے تربیت امت کے ایسے نسخے نبی اکرم ﷺ کو عطا کئے گئے ہیں کہ ان کی روشنی میں آپ ﷺ کے فیض صحبت سے صحابہ کرام جیسی پاکیزہ جماعت تیار ہوگئی جس کو ساری امت کے لیے معلم ومربی قرار دیا

---

(۱) مسند احمد: ۲۶۰۴۴

گیا، دوسری طرف آنحضور ﷺ کی سیرت آپ کی صفات وکمالات کو جابجا امت کے سامنے پیش کیا گیا تاکہ امت ان صفات واخلاق کو اختیار کرکے ساری انسانیت کے لیے نمونہ بن سکے، اور پھر آپ ﷺ کے امت پر جو حقوق عائد ہوتے ہیں جن کو سمجھے بغیر یہ امت اپنے ذمہ سے سبکدوش نہیں ہوسکتی اور جن کا یقین واعتقاد ایمان کی علامت ہے اور ان کے بغیر ایک ایمان والا ایمان والا کہلانے کا مستحق نہیں، ان حقوق کو بھی بہت واضح طریقہ سے بیان کردیا گیا، اس طرح قرآن مجید کا نبی اکرم ﷺ سے جو رشتہ ہے وہ اتنا واضح کردیا گیا ہے کہ دونوں کو ایک دوسرے سے الگ کیا ہی نہیں جاسکتا، اور یہیں سے یہ بات کھل جاتی ہے کہ سیرت وسنت کے بغیر قرآن فہمی کے دروازے کھل ہی نہیں سکتے، اور اپنی عقل سے غور کرنے والا ایسی ٹھوکریں کھاتا ہے کہ وہ اللہ کی کتاب کو اپنی رائے اور منشاء کے تابع کردیتا ہے، اور ﴿يُضِلُّ بِهِ كَثِيرًا﴾ (البقرة: ٢٦) (اس کے ذریعہ سے وہ بہتوں کو گمراہ کرے گا) کا مصداق بن جاتا ہے۔

خیر امت کے وجود کا انحصار

یہ امت خیر امت کہلائی اور اس لیے کہلائی کہ یہ آخری نبی کی امت ہے، اس کا وجود آنحضور ﷺ سے وابستہ ہے، ایک لمحہ کے لیے اگر اس تعلق کو کاٹ دیا جائے تو یہ حقیقت میں پوری امت کے لیے موت کے مرادف ہے، اس کا وجود ہی اس پر منحصر ہے کہ وہ اپنے رشتہ کو اپنے نبی سے مضبوط رکھے، اور کتاب الٰہی کے فہم کا جو راستہ صاحب وحی ﷺ کے ذریعہ سے حاصل ہوا اسی راستہ پر گامزن رہے۔

وحی اور صاحب وحی کے تعلق کو عام پیغام رساں کا جو پیغام کے ساتھ رابطہ ہوتا ہے اس پر ہرگز قیاس نہ کیا جائے، بعض مرتبہ پیغام پہنچانے والا یہ بھی نہیں جانتا کہ یہ پیغام کیا ہے، وحی الٰہی کو حضور اکرم ﷺ پر اتارا ہی اس لیے گیا کہ آپ ﷺ کے ذریعہ سے اس کو انسانوں کے لیے کھولا جائے، اور اس کی عملی تفسیر کی جائے، جو کسی

دوسرے کے لیے ممکن ہی نہیں، اور پھر اس وحی قرآن کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے قلب اطہر پر بہت کچھ نازل فرمایا اور اس کو بھی وحی قرار دیا گیا، ارشاد ہوا:

﴿وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَى ☆ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَى﴾

(النجم:٣-٤)

(اور وہ خواہش سے نہیں کہتے ☆ وہ تو صرف وحی ہے جو ان پر کی جاتی ہے)

نبی پاک ﷺ کی ذمہ داری

آنحضور ﷺ کے ذمہ جس طرح اس کی تبلیغ تھی جیسا کہ ارشاد ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ﴾ (المائدة:٦٨)

(اے رسول جو آپ پر اترا ہے اسے آپ پہنچا دیجیے)

اسی طرح ان احکامات کی وضاحت بھی تھی جن کا فہم کسی اور کے لیے ممکن نہیں تھا، اسی لیے ارشاد ہو:

﴿وَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ﴾ (النحل: ٤٤)

(اور ہم نے (کتاب) نصیحت آپ پر اس لیے اتاری تا کہ آپ لوگوں کے لیے ان چیزوں کو کھول دیں جو ان کی طرف اتاری گئی ہیں)

اسی طرح انبیاء کو حلال وحرام کرنا ان کے منصب میں داخل تھا:

﴿وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ﴾

(الأعراف: ١٥٧)

(اور ان کے لیے پاک چیزیں حلال کرے گا اور گندی چیزیں ان پر حرام کرے گا)

﴿قَاتِلُواْ الَّذِينَ لاَ يُؤْمِنُونَ بِاللّهِ وَلاَ بِالْيَوْمِ الآخِرِ وَلاَ يُحَرِّمُونَ

مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُه﴾ (التوبة: ۲۹)
(اہل کتاب میں سے ان لوگوں سے جنگ کرو جو اللہ اور آخرت کے
دن پر ایمان نہیں لاتے اور اللہ اور اس کے رسول کی حرام کی ہوئی
چیزوں کو حرام نہیں جانتے)

اسی طرح اس کی عملی تفسیر مزید ان وضاحتوں اور تفصیلات کے ساتھ ضروری تھی جن میں بہت سی باتیں قرآن مجید میں نہیں تھیں بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب اطہر پر ان کو اتارا گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تفصیل بیان فرمائی، اسی لیے بار بار اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم دیا گیا اور اسی لیے ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ کا اعلان ہوا، اور خود بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں اس کی وضاحت فرمائی اور ان خطرات سے آگاہ بھی فرمایا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیش نظر تھے، ارشاد ہوا:

"عن المقدام بن معديكرب عن رسول الله صلى الله عليه وسلم أنه قال: ألا انى أوتيت الكتاب ومثله معه ألا يوشك رجل شبعان على أريكته يقول عليكم بهذا القرآن فما وجدتم فيه من حلال فأحلوه وماوجدتم فيه من حرام فحرموه ألا لا يحل لكم لحم الحمار الأهلى ولا كل ذى ناب من السبع ولا لقطة معاهد الا أن يستغنى عنها صاحبها ومن نزل بقوم فعليهم أن يقروه فان لم يقروه فعليهم أن يعقبهم بمثل قراه".(۱)

(حضرت مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: صاف سن لو مجھے قرآن

---

(۱) سنن أبي داود: ۴۶۰۶

مجید اور اسی کے مثل عطا کیا گیا ہے، سن لو قریب ہے کہ ایک زمانہ ایسا آئے گا جس میں آدمی سیراب ہو کر اپنی مسہری پر ٹیک لگائے ہوئے ہوگا اور اس کا یہ دعویٰ ہوگا کہ تمہارے لیے صرف یہی قرآن کافی ہے، اس میں تم جو چیز حلال پاؤ بس اسی کو حلال جانو، اور جو چیز حرام پاؤ اسی کو حرام جانو، سن لو تمہارے لیے پالتو گدھے کا گوشت جائز نہیں ہے، اور نہ ہی ہر دانت والا درندہ اور نہ ہی اس شخص کا گرا پڑا سامان اٹھانا روا ہے جس سے عہد و پیمان لے لیا گیا ہو، الا یہ کہ وہ اس سے بے نیاز ہو، اور جو کسی کے یہاں مہمان بنے تو وہاں کے لوگوں پر اس کی ضیافت ضروری ہے، اگر وہ لوگ ایسا نہ کریں تو ان کو اسی کے بقدر سزا بھی دی جانی چاہیے)

نجات کی ضمانت

یہ اسوۂ رسول ہی ہے جس کو نجات کی ضمانت بتایا گیا ہے اور کہہ دیا گیا ہے کہ جس کو اللہ سے ملاقات اور آخرت کے دن کا یقین ہو اس کو چاہیے کہ وہ اس کی تیاری اسوۂ رسول ﷺ پر چل کر کرے اور اس عمل کو سہولت کے ساتھ اختیار کرنے کا نسخہ بھی بتایا گیا کہ جتنا اللہ کا دھیان پیدا کیا جائے گا اور اللہ کا ذکر ہوگا اتنا ہی دل اور دماغ اسوۂ رسول کو اختیار کرنے پر آمادہ ہوگا اور اس کو اختیار کرنے میں سہولت ہوگی، گویا کہ اسوۂ رسول کو اختیار کرنے کا بہترین ذریعہ ذکر الٰہی کی کثرت ہے، جتنا دل میں اللہ کا دھیان پیدا ہوگا اتنا ہی چھوٹی چھوٹی باتوں میں بھی اتباع رسول اختیار کرنے اور اسوۂ رسول پر چلنے کا جذبہ پیدا ہوگا، فرما دیا گیا:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُو اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا﴾ (الأحزاب: ۲۱)

(یقیناً تمہارے لیے اللہ کے رسول (ﷺ) میں بہترین نمونہ موجود ہے اس کے لیے جو اللہ اور آخرت کے دن کی امید رکھتا ہو اور اس نے اللہ کو بہت یاد کیا ہو)

قرآن مجید پر عمل کی بنیاد

سورۂ فاتحہ جو قرآن مجید کا مقدمہ ہے بار بار پڑھی جانے والی سورت ہے، جس کی بلاغت اور قوت بیانیہ کے آگے سرخم ہو گئے، اس کا اختتام جن بلیغ الفاظ کے ساتھ ہوا ہے اس سے پورا نظام زندگی اور اس کے بنیادی اصول سامنے آجاتے ہیں، اور یہ حقیقت کھل جاتی ہے کہ قرآن مجید پر عمل جب ہی ممکن ہے جب اللہ کے ان بندوں کا راستہ اختیار کیا جائے جن پر اللہ کا انعام ہوا، اور ظاہر ہے ان منعم علیہم بندوں میں سرفہرست انبیاء علیہم السلام ہیں اور ان کے امام نبی اکرم ﷺ ہیں، گویا کہ سورہ فاتحہ میں یہ سبق دے دیا گیا کہ قرآن مجید سے تعلق اور اس میں علم وعمل کی گہرائیوں تک پہنچنے کا سرا جہاں سے ہاتھ آتا ہے وہ عالم انسانیت کیا تمام عالموں کے سردار و رہنما کی رہنمائی کے بغیر ممکن نہیں، اسی لیے یہ دعا سکھا دی گئی:

﴿صِرَاطَ الَّذِیْنَ أَنعَمتَ عَلَیْهِم﴾ (الفاتحة:٦)

(ان لوگوں کا راستہ جن پر تو نے انعام کیا)

قرآن اور صاحب قرآن سے تعلق جب تک یکساں نہ ہو حقیقت قرآن کا نصیب ہونا ممکن نہیں، اور اسلام کی پوری تاریخ میں وہی لوگ راہ راست سے ہٹے ہیں جنہوں نے اس رشتہ کو نہیں سمجھا، اور اپنی گاڑی اس پٹری پر نہیں چلائی جو منزل تک پہنچنے اور حقیقت حاصل کرنے کے لیے اللہ کے آخری رسول ﷺ نے آخری وحی کے فہم کے لیے طے فرمادی اور امت کے لیے وہی راستہ طے کر دیا، امت کی ذمہ داری ہے کہ وہ حقیقت دین تک رسائی کا وہی راستہ اختیار کرے اور اسی راستہ پر چلتی رہے

جوراستہ حضرت رسالت مآب ﷺ نے طے فرمایا، اس پر چل کر دکھایا، صحابہ نے اس کو اختیار کیا اور دنیا کو اس پر چلایا، اور پھر تابعین، تبع تابعین اور مجددین و مصلحین و علماء وائمہ کا وہی راستہ رہا اور قیامت تک یہی راستہ انسانیت کی نجات کے لیے اور دنیا کو صحیح رخ دینے کے لیے کھلا ہوا ہے، چراغ نبوت سے جو چراغ جلے ان چراغوں سے چراغاں ہوا، اور قیامت تک ان ہی چراغوں میں وہ روشنی ہے جو راستہ بتاتی رہے گی، اور امت اسی پر چلتی رہے گی، اسی راستہ کے بارے میں آپ ﷺ نے فرمایا تھا یہ وہ راستہ ہے جس پر میں ہوں اور میرے صحابہ ہیں، یہی نجات کا راستہ ہے، اس راستہ سے ہٹ کر اگر کوئی اپنا راستہ بنائے گا وہ خود بھی ہلاکت کے غار میں گرے گا اور جو بھی اس کی بات مانے گا وہ بھی تباہ ہوگا۔

10.12.2016

خطبات دکن سیریز

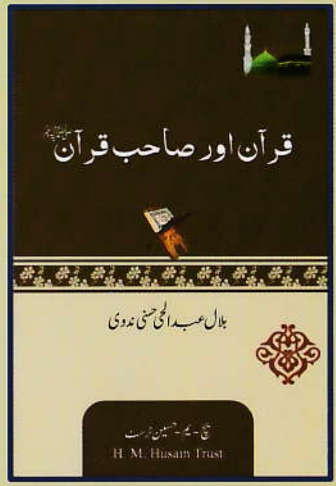

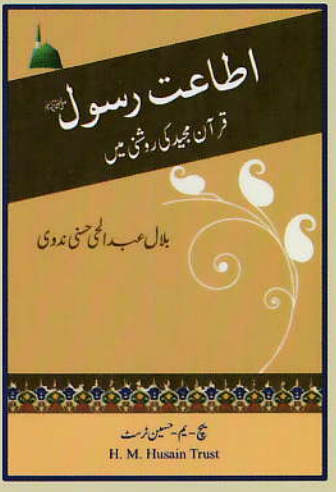

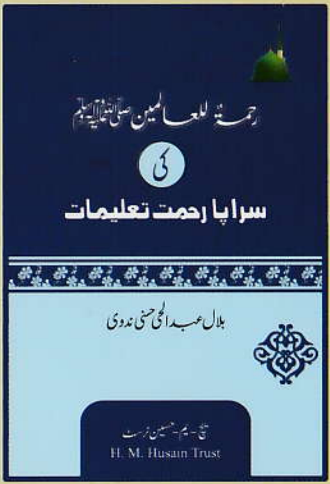

ایچ - یم - حسین ٹرسٹ

H. M. Husain Trust

E-Mail: hmhamuwash@yahoo.com

Cell: +91-7095168679